ایک شمع اور بجھ گئی

ابن الحسن عباسی

ابھی ۱۵ مئی ۲۰۰۴ء کو حضرت مفتی زین العابدینؒ رخصت ہوئے، ۳۰ مئی کو حضرت مفتی شامزئیؒ شہید ہوئے، ۲۷ جون کو حضرت چنیوٹیؒ نے غم جدائی دیا تھا کہ ۳ جولائی ۲۰۰۴ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب بھی چلے گئے……

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آباد کے جامعہ امدادیہ کے بانی بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی، اس ادارے کی بنیاد اُنھوں نے رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں رکھی، اس سے پہلے وہ کئی مدارس میں ممتاز مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے جن میں جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ اسلامیہ ٹنڈوالہ یار اور دار العلوم فیصل آباد جیسے بڑے ادارے شامل ہیں، ان کے دل میں نظم و تربیت کا اپنا ایک معیار تھا، کسی مدرسے میں مدرس رہتے ہوئے دوسروں کے نظم کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کی خوبیوں اور خامیوں کا اندازہ بھی اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر وہاں وہاں پڑ جاتی ہے جہاں بسا اوقات منتظمین کی نگاہ نہیں پہنچ پاتی اور یوں دل کے اندر —— خیال ہی میں سہی —— نظم و تربیت کا ایک معیار قائم ہو جاتا ہے۔ مولانا نذیر احمد صاحب نے بھی اسی معیار کو سامنے رکھ کر جامعہ اسلامیہ امدادیہ کی بنیاد رکھی اور سب نہ سہی تاہم ان کی تمناؤں اور آرزوؤں کے اکثر خواب شرمندہ تعبیر ہوئے، ایک آباد ادارے، علم کے لہلہاتے چمن اور طالبان علوم نبوت کی آماج گاہ کی صورت میں……

نظم وضبط اور تعلیم و تربیت کے نقطۂ نظر سے بہت مختصر عرصے میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ ملک کے صف اول کے مدارس میں شمار ہونے لگا، اس کی طرف طلبہ کا رجوع بھی اس کثرت سے ہوا کہ بیس بائیس برس کے عرصے میں اس کے فضلاء کی تعداد تقریباً دو ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ مسافر طلبہ کے آرام اور ان کی راحت کا خیال جامعہ امدادیہ کے نظم و تربیت کا ممتاز وصف رہا ہے، وہاں کسی طالب علم کا مہمان آجائے تو وہ نام اور تعداد بتلا دیتا ہے، میزبانی کا بوجھ جامعہ نے اپنے سر لیا ہے کہ کہیں مہمان کے قیام وطعام میں مشغول ہو کر طالب علم کا وقت ضائع نہ ہو، بیمار طلبہ کے

علاج کا انتظام اکثر دینی مدارس میں ہوتا ہے، لیکن مولانا نے اپنے ہاں صرف علاج پر اکتفا نہیں کیا، مریض کے لیے پرہیزی غذا اور دوسری ضرورتوں کا بھی انتظام کیا......

مدارس میں اجتماعی مطبخ کا انتظام ہوتا ہے، کئی سو طلبہ کے لیے ایک ساتھ کھانا پکتا ہے، بڑے مجمع کے لیے اجتماعی مطبخ کی نگرانی اگر نہ کی جائے تو سالن غیر معیاری ہو جاتا ہے اور بدنظمی بھی ہوتی ہے، اس میں اکثر قصور باورچیوں اور عملہ مطبخ کا بھی ہوتا ہے کہ وہ روک ٹوک نہ ہونے کی صورت میں غفلت برتتے ہیں۔ مولانا نے نظام ایسا وضع کیا کہ جب تک خود یا کوئی ذمہ دار استاذ سالن چیک نہ کر لیتے اس وقت تک وہ آگے تقسیم نہ ہوتا۔ یہ ان کی طلبہ کے ساتھ حد درجہ شفقت و محبت ہی کی ایک جھلک تھی، کئی مہتمم صاحبان کو معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے ہاں کھانے کا معیار کیا ہے اور مطبخ کا سالن کیسے پکتا ہے، لیکن مولانا نذیر احمد صاحب کا بڑا پن یہ تھا کہ وہ انتظامی حوالے سے طلبہ کے صحیح معنوں میں خادم بن کر مہتمم رہے، حالانکہ وہ صرف استاذ ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کے شیخ الحدیث بھی تھے۔ ایک بار رات کو آئے، دیکھا، ایک طالب علم بیمار ہے اور سردی سے ٹھٹھر رہا ہے، گھر گئے اور اپنا ذاتی قیمتی کمبل اس کے لیے لائے، طالب علم نے صحت یاب ہونے کے بعد اسے واپس کرنا چاہا تو لینے سے انکار کر دیا۔

ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ ایک طالب علم مریض ہے اور ڈاکٹر سر دست میسر نہیں ہے، تو اپنے گھر سے خود کوئی گھریلو دوا بنا کر لائے، مدرسہ کے ابتدائی زمانہ میں طلبہ کے رہائشی کمرے کچے تھے، بارش ہوئی تو چھتیں ٹپکنے لگیں، مولانا رات کو طلبہ کے دارالاقامہ میں آ گئے، کہنے لگے، میرا کرایہ کا مکان پختہ ہے لیکن طلبہ ٹپکتی چھتوں کے نیچے سوئیں اور میں آرام کے ساتھ اپنے پختہ گھر میں سوتا رہوں، اس خیال سے وہاں مجھے نیند نہیں آ رہی۔

ماہ شوال میں مسافر طلبہ کی آمد آمد ہوتی ہے، نئے داخلے ہوتے ہیں، مولانا نے اس موسم میں آنے والے طلبہ کے لیے جامعہ کا مطعم چوبیس گھنٹے کھلا رکھنے کا اصول بنایا، تاکہ آنے والے اجنبی طلبہ کے لیے ہر وقت کھانا میسر ہو اور انھیں ہوٹلوں کے چکر نہ کاٹنا پڑیں۔ طلبہ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع کے لیے جاتے تو مولانا ان کے لیے راشن، باورچیوں اور ڈاکٹر کا انتظام بھی جامعہ کی طرف سے کر دیتے۔ دارالاقامہ میں جا کر مریض طلبہ کی دیکھ بھال کرنا، ان کے مہمانوں کی ضیافت کرنا، ان کے قیام و طعام کی خود نگرانی کرنا اور ان کی ذاتی پریشانیوں میں تعاون کرنا مولانا کا وہ وصف تھا جس کا مشاہدہ ان کی جامعہ میں پڑھنے والے ہر طالب علم کو ہوتا رہتا، میرے خیال میں تو مسافر طلبہ کی خدمت کا یہی وصف مولانا کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

مولانا ۱۹۳۰ء میں فیصل آباد کے ایک گاؤں ''روشن والا'' میں پیدا ہوئے، جامعہ خیر المدارس سے دورہ حدیث کیا اور استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے شرف تلمذ حاصل کیا، وہ تعلیم کے آدمی تھے اور پوری زندگی

انھوں نے اسی میں گذاری، وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کے رکن بھی تھے اور بڑے کامیاب مدرس تھے، اختصار اور جامعیت کے ساتھ آسان تعبیر میں سبق سمجھا دینا ان کے درس کی خصوصیت تھی، ان کے مشکاۃ شریف کا درس، ''اشرف التوضیح'' کے نام سے تین جلدوں میں چھپ چکا ہے اور طلبہ کے ہاں مقبول ومتداول ہے۔

سلوک وتصوف میں انھوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مشہور خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا اور کئی سال ان کی تربیت میں رہنے کے بعد حضرت نے انھیں اجازت بیعت اور خلافت کی خلعت عطا فرمائی، وہ مجلس صیانۃ المسلمین کے سرپرستوں میں سے تھے اور اس کے سالانہ اصلاحی مجالس میں بڑی پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے۔

۱۴ مئی ۲۰۰۴ء کو جامعہ اسلامیہ امدادیہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی، وہ بہت کمزور ہو گئے تھے، کئی بیماریوں اور دل گردوں کے عارضے میں مبتلا تھے، وہ کافی دیر سے انتظار میں تھے، میں ان کے کمرے میں داخل ہوا تو معلوم نہیں کیوں وہ بہت خوش اور میں آب دیدہ ہو گیا کہ زخموں اور غموں کی اس دنیا کے عجائبات بہت ہیں، دوران گفتگو ان کے ایک رسالے ''امداد المدرسین'' کا ذکر آیا جو ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں تبصرے کے لیے آیا تھا، میں نے کہا حضرت! تبصرے کی بجائے اسے اس میں شائع کرنے کا ارادہ ہے، فرمایا ''کام کی چیزیں اگر ہیں تو شائع کر دیں اور اس میں کانٹ چھانٹ کی آپ کو اجازت ہے'' یہ دینی مدارس کے اساتذہ کے لیے بڑا مفید رسالہ ہے، جامعہ امدادیہ سال میں ایک بار اپنے فضلاء کو جمع کرتا ہے، مولانا نے ان کے سامنے مختلف سالوں میں تعلیم وتدریس کے حوالے سے جو گفتگو کی ہے، وہ اس میں شائع کر دی گئی ہے۔ اس میں انھوں نے اپنی طویل تدریسی زندگی کا نچوڑ پیش کر دیا ہے، اس کا ابتدائی حصہ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے جمادی الاولیٰ کے شمارے میں شائع کر دیا گیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب کو آخر عمر میں بڑے صدموں اور دکھوں سے دوچار ہونا پڑا، ان کے لائق فرزند مولانا مفتی مجاہد صاحب جوانی ہی میں شہید کر دیے گئے اور زندگی کی دوسری تلخ آزمائشوں نے انھیں گھائل کیا..... قدرت کی طرف سے بعض بندوں کی آزمائش رفع درجات کے لیے بھی ہوتی ہے اور دنیوی آلائشوں سے تطہیر کے لیے بھی، ان کی وصیت کے مطابق ان کے بعد جامعہ امدادیہ کے مہتمم ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد طیب صاحب اور نائب مہتمم مولانا محمد زاہد صاحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہاں آنے والے سے درگزر فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، ان کا چمنستانِ علم لہلہاتا رہے، آباد رہے، شاداب رہے!

☆☆☆